19

جوں جوں جنگ خاتمہ کی طرف آرہی ہے ہماری ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں

(فرمودہ 10 ستمبر 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"کل کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں اہم تغیرات پیدا ہونے کے سامان ہوگئے ہیں۔ ریڈیو کی خبر ہے کہ کل صبح اٹلی نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ ایک لحاظ سے خوشی ہے۔ ایک خوشی تو اس لحاظ سے ہے کہ 1940ء میں مَیں نے رؤیا دیکھی تھی جس میں دشمن کی فوجیں پیچھے ہٹتی ہوئی اور اٹلی کی شکست دیکھی گئی تھی جو پوری ہوگئی۔ دوسری خوشی اس لحاظ سے ہے کہ جس ملک میں ہمارا مبلغ ٹھہرا ہؤا تھا گو اب ہمارا اس سے مشنری کے طور پر تعلق نہ تھا کیونکہ ہم اسے کام سے فارغ کر چکے تھے مگر پھر بھی جب تک وہ واپس نہ آجاتا انتظام کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی تھی اس جنگ کے خاتمہ کی وجہ سے اس کی بھی واپسی کے سامان اللہ تعالیٰ نے کر دیئے ہیں یا ممکن ہے آئندہ کے لئے تبلیغ کا راستہ ہی کھل جائے۔ جنگ کی وجہ سے حالات ایسے ہوگئے تھے کہ وہ واپس نہ آسکتے تھے۔ اس سے ایک فائدہ بھی ہوگیا کہ انہوں نے زبان اچھی طرح سیکھ لی ہوگی جو دوسرے مبلغوں کے سکھانے میں مُمد ہوسکتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ نے ہماری ذمہ داریوں کو اہم کر دیا ہے۔

یوں تو تغیرات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ انسان کبھی کام عجلت سے کرتا ہے، کبھی ڈر سے کرتا ہے، کبھی جلدی کرتا ہے اور کبھی انتظار کر لیتا ہے مگر ہمارے لئے ایک ایک دن کی دیر زہر قاتل ہے۔ دنیا میں اس قسم کے تغیرات ہو رہے ہیں کہ اگر ان کی طرف جلد توجہ نہ کی گئی تو پھر ہمیں ترقی کے لئے کئی سو گنے قربانی کرنی پڑے گی۔ خصوصاً اس وقت سستی کرنا جبکہ خشیت پیدا ہو چکی ہے حد درجہ کی غفلت ہو گی۔ اب مثلاً جرمنی میں، انگلستان میں، روس میں لاکھوں موتیں ہوئی ہیں۔ صرف اٹلی میں پانچ فیصدی موتیں ہو چکی ہیں۔ بعض ملکوں میں دس فیصدی اور بعض میں پندرہ فیصدی بلکہ بعض میں تو بیس فیصدی تک پہنچ گئی ہیں۔ ممکن ہے بعد میں قتل کا بازار اور بھی گرم ہو۔ غرض لڑائی میں لوگ الگ قتل ہوتے ہیں اور جاسوسوں کو الگ قتل کیا گیا ہے۔ اور آزادی کی کوشش کرنے والے مزید برآں مارے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ ہزاروں لاکھوں تک مر چکے ہوں۔ پھر قحط سے بھی مرے ہوں گے۔ تو جس ملک کی آبادی بیس فیصدی مر جاتی ہے اس کا خیال کر کے بھی دل دہل جاتا ہے۔

قادیان کی آبادی چودہ ہزار کے قریب ہے۔ اس میں سات آدمیوں کو ہیضہ ہؤا تھا ان میں سے پانچ مر گئے ہیں۔ ان پانچ کی وجہ سے خطوں میں، تاروں میں اور فون پر جو گھبراہٹ کا اظہار کیا جاتا رہا ان سے بے حد پریشانی پائی جاتی تھی مگر چودہ ہزار کی آبادی میں سے پانچ کا مر جانا اس کا صرف یہ مطلب بنتا ہے کہ سوا دو ہزار میں سے ایک آدمی مرا۔ اور سو میں سے 1/22 آدمی۔ جس کی وجہ سے اس قدر شور و شر ہؤا۔ کجا یہ کہ سو میں سے 1/22 اور کجا یہ کہ 10/100۔ بلکہ بعض جگہ اس سے بھی زیادہ۔ تو جس ملک میں ایسی تباہی آئی ہو کہ کام کرنے والی آبادی کا بیشتر حصہ مر چکا ہو ان کا کیا حال ہو گا کیونکہ جہاں 20 فیصدی تباہی ہوئی ہے اس کا تو یہ مطلب بنتا ہے کہ ہر پانچ میں سے ایک آدمی۔ دیکھو ہر پانچویں کا تباہ ہو جانا کتنی دہشت پیدا کرتا ہے۔ اس کا صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ پانچواں حصہ تباہ ہؤا ہے یا دسواں تباہ ہؤا ہے کیونکہ وہ حصہ جو کام کرنے والا ہوتا ہے وہ تو کُل آبادی کا 20، 25 فیصدی ہی ہوتا ہے۔ پس اس تباہی کا مطلب یہ ہے کہ بعض ملکوں کے کام کرنے والوں میں سے 85 فیصدی مر گئے ہیں۔ خیر کچھ بوڑھے بھی کام کرنے والے ہوتے ہیں اگر ان کو نکال دیا جائے تو وہاں

70 فیصدی تباہ ہو گئے ہیں۔ 100 میں سے 85 کا مر جانا یا 70 خاندانوں کا لاوارث رہ جانا یہ ایسی چیز ہے کہ اس سے کوئی بھی اقتصادی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔

یورپ جیسے ملک میں جو عیش پرستی اور نشہ میں مبتلا ہے جنگ کے بعد ہی ایسا موقع ہے کہ وہ اس ہولناک تباہی سے ڈر کر توجہ کرے۔ باقی وقتوں میں تو وہ دین کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتے۔ اس ملک میں جب کوئی تقریر کرتا ہے تو وہ اس لئے نہیں سنتے کہ ان کو کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ اول تو وہ سنتے ہی نہیں لیکن اگر سنیں بھی تو وہ نہ اعتراض دل سے کر رہے ہوتے ہیں اور نہ پسندیدگی کا اظہار دل سے کر رہے ہوتے ہیں۔ ان ساری باتوں کو وہ خیالی اور جھوٹی خیال کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں یہ کوئی پاگل ہے اور محسوس بھی نہیں کر رہے ہوتے کہ ہم بھی مان لیں لیکن اب ان کی زندگی کا پہلو ہی بدل گیا ہے اور ان کے دل مرعوب ہو رہے ہیں۔

مولوی محمد الدین صاحب نے جب وہ یورپ سے واپس آئے۔ ایک دفعہ ذکر کیا کہ وہاں آدمی گھر سے نکلتا ہے تو گلی کی نکڑ تک اسے سات دفعہ جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کوئی ملنے والا اسے کہتا ہے کہ آج موسم خراب ہے تو وہ کہتا ہے ہاں خراب ہے۔ آگے چلتا ہے۔ پھر دوسرا شخص ملتا ہے اور وہ کہتا ہے کیسی اچھی ٹھنڈک ہے تو یہ بھی ساتھ کہتا ہے ہاں کیا ہی اچھی ٹھنڈک ہے۔ آگے چل کر کسی اور سے ملتا ہے جو بادل کو پسند کرتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کیسا اچھا بادل آیا ہے وہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا کر کہتا ہے ہاں خوب بادل آیا ہے۔ اسی طرح ہر اس شخص سے مل کر جو بھی کوئی بات کرتا ہے خواہ اس کا دل دوسرے کی تائید کر رہا یا نہ کر رہا ہو مگر ایک شہری ہونے کی حیثیت سے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ دوسرے کی بات کی تصدیق کرے۔ اگرچہ دل سے وہ گالیاں دے رہا ہو مگر تائید ضرور کرتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ آج اولے پڑیں گے تو خواہ اس کا خیال اس کے خلاف ہو اسے کہنا یہی پڑتا ہے کہ ہاں اولے پڑنے کا احتمال ہے۔ موسم کے متعلق سوال کی عادت انگریزوں میں اس قدر راسخ ہے کہ تم جس بھی انگریز سے ملنے جاؤ خواہ دھوپ نکلی ہوئی ہو یا بارش ہو رہی ہو وہ تم سے ضرور پوچھے گا کہ علاقہ میں موسم کیسا ہے۔ حالانکہ ہمارے ملک میں موسم ایک سا ہوتا ہے۔ انگلستان کی طرح دن میں دو تین دفعہ نہیں بدلتا۔ پس اس قسم کے شہر میں ہر شہری اپنا فرض سمجھتا ہے کہ میں اس کی تصدیق

کروں۔ دل سے خواہ اسے غلط ہی سمجھتا ہو۔ مگر جنگ کی وجہ سے دلوں میں نیک تبدیلی کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے سال دو سال میں اپنی تیاری کر لینی چاہیئے تا کہ جنگ کے بعد ہم تبلیغ کے ذرائع سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ لیکن اگر اب تیاری نہ کریں اور جنگ کے بعد کریں اور کہیں اب کیا فائدہ ہو سکتا ہے تو نہ معلوم جنگ کے بعد جب تک ہماری تیاری مکمل ہو اس وقت تک ان کے دل سخت ہو چکے ہوں اور تبلیغ مشکل ہو جائے کیونکہ اس وقت لوگ حادثات کو بھول چکے ہوں گے وہ نئے منصوبے کر رہے ہوں گے اور نئی شرارتیں سوچ رہے ہوں گے۔ وہ نہیں چاہیں گے کہ فضول بحثوں میں پڑیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت وہ یہ اثر لیں کہ جس طرح کوئی بندر نچانے والا چند منٹ کے لئے دل بہلا دیتا ہے یہی حال مذہبی مبلغوں کا ہے۔

پس ہم کو روپیہ سے اور لٹریچر سے اس موقع پر یکدم دھاوا بولنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے تا جنگ کے بعد دو چار سال میں ہی ان کو دین کی طرف لے آئیں کیونکہ اب ان کے دل کمزور ہو چکے ہیں۔ وہ ڈرے ہوئے ہیں اور ان کے دل خوف محسوس کرتے ہیں اور ایک رغبت پیدا ہو چکی ہے۔ چاہئے کہ ہم اس وقت سے پہلے فائدہ اٹھا لیں اور سچائی کا پیغام ان تک پہنچا دیں۔ پیشتر اس کے کہ پھر ان کے دل سخت ہو جائیں۔ جب ان میں سے کچھ لوگ مان لیں گے وہ پھر یہ نہ کہہ سکیں گے کہ یہ لوگ پاگل ہیں۔ بے شک ایشیائی لوگوں کے متعلق ان کا یہی خیال ہے کہ یہ مذہبی دیوانے ہیں مگر جب ان ہی کی قسم کے لوگ مان لیں گے وہ ہم حالات ہم پیشہ ہوں گے۔ جب وہ ان سے بات کریں گے تو وہ نسبتاً زیادہ توجہ سے بات سنیں گے۔ اگر اس وقت وہ کسی کو پاگل سمجھیں گے بھی تو چھوٹی قسم کا۔ اگر اب وہ 90 فیصدی کو پاگل کہتے ہیں تو پھر شاید دس فیصدی کے متعلق خیال کریں گے کیونکہ ان کو نظر آ رہا ہو گا کہ وہ ان کے ہی ہم خیال، ہم مذہب و ملت تھے۔

غرض جوں جوں جنگ خاتمہ کی طرف آ رہی ہے ہماری ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں اور جو میدان تبلیغ کے لئے خالی کیا جا رہا ہے وہ شاید چار پانچ سال تک ہی رہے گا۔ 1914ء کی جنگ جو 1918ء میں ختم ہوئی جب اس کے بعد مَیں 1924ء میں لنڈن گیا تو گو اس کا

لوگوں کے دلوں پر اثر تھا مگر وہ حالت نہ تھی جو 1918ء میں تھی۔ اس میں کمی آ گئی تھی اور اتنا ڈر نہ رہا تھا۔ پھر ایک اور بات بھی ہے۔ پہلی جنگ کے بعد لوگوں کے دلوں میں عام طور پر مذہب کی طرف توجہ پیدا نہ ہوئی تھی بلکہ یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ یہ تھوڑے دنوں کی زندگی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ لطف اٹھانا چاہیئے۔ پس وہ زیادہ عیش اور آزادی کی زندگی گزارنے لگ گئے تھے۔ مگر اس جنگ کے بعد یورپ کچھ عرصہ کے لئے مذہب کی طرف مائل رہے گا۔ اس دفعہ جو خرچ ہو رہا ہے وہ بھی پہلے سے زیادہ ہے۔ ان کو مالی لحاظ سے صدمہ بھی زیادہ ہے کیونکہ انگریزوں کا خرچ گزشتہ جنگ سے دوچند ہو چکا ہے۔ شاید آخر تک تین چار گنا ہو جائے۔ امریکہ کا تو دس گنا ہو گیا ہے۔ خرچ کے ہندسے پڑھتے ہوئے ڈر آتا ہے کہ دنیا کی مالی حالت کیسی ہو جائے گی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ اربوں کے الفاظ صرف اندازہ کے لئے ہیں۔ عملی دنیا میں ان کا کوئی کام نہیں مگر اب تو خرچ اربوں نہیں بلکہ کھربوں میں جاتا ہے۔ یہ سب خرچ کام کرنے والی آبادی کی تباہی اور حادثات یہ چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ان کی کچھ عرصہ دین کی طرف توجہ رہے گی۔

پس یہ دن ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے داغ بیل ڈال دی ہے۔ ہم کو پہلے سے ہی توجہ کرنی چاہیئے۔ قبل اس کے کہ اس کے نشان مٹ جائیں۔

پس جماعت کی ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں۔ نوجوانوں کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ تحریک جدید میں جنہوں نے حصہ لیا ہے وہ اور بڑھ کر حصہ لیں۔ اس سال کے جن کے بقائے ہیں وہ ادا کریں۔ اب نیا سال آنے والا ہے اور وہ اس دور کا آخری سال ہے۔ اس کے لئے کیا ذمہ داریوں کے لحاظ سے اور کیا آخری منزل کے لحاظ سے زیادہ زور لگانا چاہیئے۔ پھر نہ معلوم نئی تحریک کس قسم کی ہو گی۔ بہر حال اسے تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ وہ آپ بہتر سمجھا دے گا مگر ہمیں ابھی سے کیا مالی لحاظ سے اور کیا وقتی لحاظ سے تیاری شروع کر دینی چاہیئے۔ نوجوانوں میں دین کا شوق پیدا کیا جائے اور وہ پہلے سے تیاری کر لیں تا کہ جب سلسلہ کے پھیلانے کے دن آئیں یہ تیاری ہمارے کام آ سکے اور جس جس قربانی کی بھی اشاعت اسلام کے لئے ضرورت ہو۔ ہم اس سے دریغ نہ کریں اور ہم پہلی قوموں سے

اچھا نمونہ دکھانے کی کوشش کریں۔ ایک اور خیال بھی اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اس جنگ کے پیچھے کوئی برکت پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ اٹلی کے متعلق رؤیا میں نے ستمبر 1940ء میں جبکہ مَیں چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ہاں شملہ ٹھہرا ہؤا تھا دیکھا اور اب اٹلی کی شکست کا واقعہ بھی ستمبر میں ہی پیش آیا۔" (الفضل 31 اکتوبر 1943ء)